جائے۔ حالاں کہ اس خطے کے وجود میں آنے سے قبل ہی ملت اسلامیہ نے یہ طے کر دیا تھا کہ ہمیں وہ خطہ چاہیے جہاں لا الٰہ الا اللہ ہر شعبے میں رائج ہو۔ گویا اوّلین چیز وہ ہے جسے خود بانیِ پاکستان نے اپنے تین اصولوں میں ایمان، اتحاد، تنظیم کی شکل میں بیان کر دیا تھا۔ پاکستان اس کلمے کی عملی شکل ہے۔ اس لیے جغرافیائی، نسلی، لسانی قوم پرستی کی جگہ نظریۂ پاکستان کی برتری کو حکمت کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی ملک کے قیام کی بنیاد اس کا نظریہ یا آئیڈیالوجی ہوتی ہے۔ اگر نظریۂ پاکستان کو نظر انداز کر دیا گیا تو ملک کی بقا اور قیام کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

تیسرا اصول غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور ان تمام اعتراضات کا جواب فراہم کرتا ہے جو مروجہ جمہوری نظام کے ساتھ تعاون کرنے پر کیے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ تحریک اسلامی کا ہدف اور مقصد اللہ کی زمین اور بندوں پر صرف اس کی حاکمیت قائم کرنا ہے لیکن اس کے لیے جو راستہ منتخب کیا گیا ہے، وہ نہ حاکمیتِ جمہور ہے اور نہ پارلیمان کی مطلق حاکمیت بلکہ 'خلافتِ جمہور' کے ذریعے اصل مالک، آقا اور حاکم کے احکامات کا نفاذ ہے۔

آمریت، بادشاہت اور پارلیمان کی مطلق حاکمیت کو دستورِ پاکستان رد کرتا ہے اور اللہ کی حاکمیت کے قیام کو مملکت کا مقصد قرار دیتا ہے۔ تحریک اسلامی روزِ اوّل سے دستورِ پاکستان کی روح اور الفاظ کا احترام کرتے ہوئے دستوری ذرائع سے ملک میں بنیادی تبدیلی لانا چاہتی ہے۔ یہ ایک تدریجی عمل ہے جسے ایک شب و روز میں نہیں کیا جاسکتا۔ دستورِ پاکستان اس کے لیے جو طریقہ تجویز کرتا ہے وہ راے عامہ کو ہموار کرتے ہوئے پارلیمان کے ذریعے اسلامی قانون سازی ہے یا پارلیمان میں اجتماعی اجتہاد ہے۔ یہ کفر و شرک کے نظام میں شرکت نہیں ہے بلکہ خلافتِ جمہور کا واضح مطلب یہ ہے کہ عوام اور ان کے منتخب نمایندے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں قانون سازی تو کر سکتے ہیں، اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔

تبدیلی کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی استعانت سے جلد بھی طے ہو سکتا ہے اور کچھ طویل بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے ذہن کو تیار کرنے اور راے عامہ کو ہموار کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک اس کو اہمیت نہیں دی جائے گی ہماری خواہشات کے باوجود یہ کام اپنی منزل کو نہیں پہنچے گا۔ اس میں سب سے اوّل مکمل بندگیِ رب پیدا کرنے کے لیے ایک انتہائی مؤثر تربیتی نظام کی ضرورت ہے

جو براہِ راست فکرِ مودودی اور مصادر اسلام کے مطالعے پر مبنی ہو۔ فکر کی تطہیر اور ہم آہنگی کے بغیر یہ کام ناممکن ہے۔ وطن پرستی کی جگہ ملت اسلامی اور اُمت اسلامی کے تصور کو فروغ دینا ہوگا تاکہ پاکستان کی نظریاتی بنیاد مستحکم ہوسکے۔

فلاحی کاموں کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ہر کام حکومت کی سطح پر کرنے کا مطالبہ اپنی جگہ پر لیکن ساتھ ساتھ خود ایسے اداروں کا قیام جو تعلیم، صحت اور خاندانی نظام کو مستحکم کریں، یہ دعوت کا لازمی حصّہ ہے۔ تحریک کو اسے اہمیت دینی ہوگی۔

۱۰- سیاسی حکمت عملی

ایک لمحہ ضائع کیے بغیر عنقریب مقامی سطح پر ہونے والے بلدیاتی انتخابات کو توجہ کا مرکز بنانا ہوگا۔ نچلی سطح پر کام ہی تحریک کو دعوت کا صحیح طریقہ سکھاتا ہے اور عوام کو اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ دیکھیں کہ تحریک جو تبدیلی لانا چاہتی ہے، کیا اس کی صلاحیت رکھتی ہے؟ اور اگر لوکل انتظامیہ میں صالح عناصر آنے کے بعد مقامی فلاحی کام کرسکتے ہیں تو کیا صوبائی، مرکزی سطح پر بھی وہ ایسا کرسکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ اس اعتماد کو بحال کیے بغیر محض صوبائی اور مرکزی سطح پر کام کرنا، مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کرسکتا۔ اس کے لیے ایسے افراد کا انتخاب ہماری فوری ضرورت ہے جو صالح نوجوان ہوں، جن کا کردار، سچائی، امانت اور خدمت کا پیغام دیتا ہو۔ افراد کے انتخاب میں ضرورت ہے کہ دوسروں کی نقل کرتے ہوئے دھوم دھام کی جگہ سادگی اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ کام کیا جائے۔ اس کام کے لیے سیاسی شعور رکھنے والے افراد کے ساتھ مشاورت اور ملک گیر پیمانے پر منتخب مقامات کا تعین کرکے ان پر آج ہی مناسب افراد کا تعین کرنا ہوگا، تاکہ بھرپور عوامی رابطے اور راے عامہ کو ہموار کرنے کا عمل مناسب انداز میں سرانجام دیا جاسکے اور دعوتی حکمت عملی کے اثرات سیاسی میدان میں مطلوبہ نتائج پیدا کرسکیں۔

جماعت اسلامی جس غرض کے لیے قائم ہوئی ہے......!

جماعت اسلامی جس غرض کے لیے قائم ہوئی ہے، وہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے دین کو پوری طرح سے، پوری زندگی میں نافذ کیا جائے۔ اس کے سوا اس جماعت کا اور کوئی مقصد اور نصب العین نہیں ہے۔ جو شخص بھی اس جماعت سے وابستہ ہے، خواہ رکن کی حیثیت سے ہو یا کارکن اور متفق کی حیثیت سے وابستہ ہو، اُسے یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ جماعتِ اسلامی کا اصل مقصد دینِ حق کو مکمل طور پر خدا کی زمین پر غالب کرنا ہے۔ اگر ہم سیاسی کام بھی کرتے ہیں تو اقتدار حاصل کرنے یا دوسری سیاسی اغراض کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اس غرض کے لیے کرتے ہیں کہ اُن رکاوٹوں کو دُور کیا جائے جو دینِ حق کے قیام میں مانع ہیں اور جمہوری ذرائع سے ملک کے اندر اسلامی انقلاب برپا کرنے کا راستہ ہموار ہوسکے۔

جماعت اسلامی نے یہ جو مسلک اختیار کیا ہے کہ وہ کسی قسم کے تشدد اور توڑ پھوڑ کے ذریعے سے، کسی قسم کی دہشت پسندانہ تحریک کے ذریعے سے اور کسی قسم کی خفیہ تحریک یا سازشوں کے ذریعے سے ملک میں انقلاب برپا نہیں کرنا چاہتی، بلکہ خالصتاً جمہوری ذرائع سے انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے___ یہ مسلک قطعاً کسی کے خوف کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہ ہرگز اس بنا پر نہیں ہے کہ ہم کبھی کسی ابتلا کے وقت اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے یہ کہہ سکیں کہ ہم دہشت پسند نہیں ہیں، ہمارے اُوپر تشدد یا قانون شکنی کا الزام نہ لگایا جائے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے۔

● **اسلامی انقلاب اور اس کی مضبوط جڑیں:** اصل حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پیشِ نظر اسلامی انقلاب ہے اور اسلامی انقلاب کسی خطۂ زمین میں اس وقت تک مضبوط جڑوں سے قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہاں کے رہنے والے لوگوں کے خیالات تبدیل نہ کر دیے جائیں، جب تک لوگوں کے افکار اور ان کے اخلاق و عادات میں تبدیلی نہ لائی جائے، اس وقت تک

مضبوط بنیادوں پر کوئی انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔ اگر زبردستی کسی قسم کے تشدد کے ذریعے، یا سازشوں اور خفیہ ہتھکنڈوں کے ذریعے سے کوئی انقلاب برپا کر دیا جائے تو اس کو کبھی دوام اور ثبات نصیب نہیں ہوتا اور بالآخر اسے کسی دوسرے انقلاب کے لیے جگہ خالی کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح اگر دھوکے بازیوں اور جھوٹ اور افترا کی مہم کے ساتھ انتخابات جیت کر، یا کسی اور طریقے سے حکومت پر قبضہ کر کے کوئی سیاسی انقلاب برپا کر بھی دیا جائے تو چاہے وہ کتنی دیر تک قائم رہے، لیکن جب وہ اکھڑتا ہے تو اس طرح اکھڑتا ہے جیسے اس کی کوئی جڑ ہی نہیں تھی۔

● **چاہے کتنا ہی عرصہ لگے:** ہم اس طرح کے تجربے نہیں کرنا چاہتے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ چاہے کتنا ہی عرصہ لگ جائے، لیکن پہلے قوم کے ذہن کو تبدیل کیا جائے اور اس کو اس حد تک تیار کیا جائے کہ وہ اسلامی نظام کا بوجھ سہار سکے۔ اسلامی نظام کو چلانے کے قابل ہوسکے۔

● **تیس سالہ محنت کا ثمر:** لوگ کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی نے تیس برس اپنا زور لگایا مگر کیا کرلیا؟ میں کہتا ہوں کہ ہماری تیس سالہ شبانہ روز محنت کا ثمر یہ ہے کہ اس وقت خدا کے فضل سے ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کی اکثریت ہماری ہم خیال ہے۔ ملک کے اہلِ دماغ طبقے کے اندر اسلامی افکار اپنا مقام بنا چکے ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں، جہاں جہاں بھی تعلیم یافتہ اور صاحبِ فکر لوگ موجود ہیں ان کی اکثریت متاثر اور اِن افکار کی قائل ہو چکی ہے۔

● **خیالات اور اخلاق میں انقلاب:** اب دوسرا کام جو ہمارے سامنے ہے اور فی الحقیقت بہت بڑا کام ہے۔ وہ عام لوگوں کے خیالات تبدیل کرنا اور ان کے اندر اسلامی فکر اور اسلامی نظام کے بنیادی تصورات کو راسخ کرنا ہے۔ ان کے اندر اخلاقی انقلاب برپا کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک بڑا مشکل کام ہے، لیکن یہ کام ہمیں بہرحال کرنا ہے۔ یہ کام پہلے بھی ہمارے پروگرام میں شامل رہا ہے اور ہم اس سے کبھی غافل نہ تھے۔ ہم اگر اس میدان میں اب تک بڑی کامیابی حاصل نہ کرسکے تو اس کے کچھ اسباب وموانع بھی ہیں، جن سے صرفِ نظر نہ کرنا چاہیے۔

● **عوام کا کردار بگاڑنے والے اہلِ اختیار:** یہ امرِ واقع ہے کہ پچھلے ۲۶، ۲۷ برس کے دوران میں جن لوگوں کے ہاتھ میں بھی اس ملک کا نظام چلانے کے اختیارات رہے ہیں خواہ وہ سیاسی اختیارات ہوں یا معاشی یا تعلیمی ہوں (ایک آدھ کو چھوڑ کر)، انھوں نے اس قوم کے

ذہن کو بگاڑنے اور اس کے سیرت و کردار کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور اس کو اسلام سے دُور سے دُور تر کر دیا۔ یہ انھی کی اس مجرمانہ روش اور بداندیشیوں کا نتیجہ ہے کہ آخر کار مشرقی پاکستان، پاکستان سے الگ ہوا۔ وہاں مسلسل یہ ذہن پیدا کیا گیا کہ بنگالی بولنے والے مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں اور بنگالی نہ بولنے والے دوسری قوم۔ یہ ذہن وہاں پیدا کیا جاتا رہا ہے، لیکن حکومت کی طرف سے اس کی روک تھام نہ کی گئی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی ہی کی گئی۔

● **جاہلی تفرقے پھیلانے کی مہم:** یہاں برسرِ اقتدار آنے والے لوگ ہمیشہ خاموش تماشائی بنے رہے اور اس کے نتیجے میں آخر کار مشرقی پاکستان الگ ہو کر رہا اور اب یہاں بھی اُسی کفر کے پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہاں لوگوں کے اندر یہ ذہن زبردستی پیدا کیا جارہا ہے کہ یہاں کوئی پٹھان ہے اور کوئی بلوچ، کوئی سندھی اور کوئی پنجابی۔ کیا یہ پاکستان کی بنیاد تھی؟ قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں تو سارے ہندستان کے مسلمان یہ بھول گئے تھے کہ ہم کون ہیں۔ ان کے پیشِ نظر صرف یہ تھا کہ ہم اوّل و آخر مسلمان ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب انھوں نے مل کر کوشش کی اور متحد ہو کر پاکستان کا مطالبہ کیا تب پاکستان وجود میں آیا ورنہ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ اگر گجراتی اور مدراسی اور ملیباری اور سندھی اور پٹھان اور پنجابی سب کے سب الگ الگ قومیتوں کا تصور رکھتے تو پاکستان کبھی بن سکتا، اور اب یہاں پھر الگ الگ قومیتوں کا جو تصور پھیلایا جارہا ہے یہ لازماً پاکستان کے ٹکڑے اُڑانے والا ہے۔ سندھ میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ بعینہٖ مشرقی پاکستان کی سی صورتِ حال پیدا کی جارہی ہے۔ سندھ کا عام مسلمان نہایت سیدھا سادا مخلص مسلمان ہے، لیکن وہاں کے تعلیم یافتہ طبقے میں یہ خالص کافرانہ تصور پھیلایا جارہا ہے کہ سندھی بولنے والا ہندو اور مسلمان ایک قوم ہے اور جو سندھی نہیں بولتا، وہ چاہے مسلمان ہو، وہ دوسری قوم ہے۔ اسی طرح کی کوششیں دوسرے صوبوں میں بھی جاری ہیں۔

● **اخلاقی بگاڑ کی مساعی:** اس طرح ایک طرف تو لوگوں کے نظریات کو بگاڑنے اور ان کے اندر افتراق و انتشار کے بیج بونے کی کوشش کی جارہی ہے، اور دوسری طرف ان کے اخلاق کو بگاڑنے کے لیے تمام ممکن ذرائع استعمال کیے جارہے ہیں۔ تیسری طرف تعلیم کا ایسا نظام رائج کیا جارہا ہے جس سے ایک نوجوان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اسے اسلامی نظام چلانے کے

لیے تیار کیا جارہا ہے یا سوشلسٹ نظام چلانے کی تربیت دی جارہی ہے یا سرے سے اسے کوئی نظام بنانے اور چلانے کے لیے تیار بھی کیا جارہا ہے یا نہیں؟ اس طرح کی بگڑی ہوئی صورتِ حال آپ کے گردوپیش میں پیدا کی جارہی ہے۔

اس حالت میں آپ کو جان مار کر کوشش کرنی ہے۔ اس غرض کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کرنی ہے کہ عام لوگوں کے اندر زیادہ سے زیادہ اسلامی ذہن پیدا کریں، کیوں کہ جب تک آپ یہ کام نہیں کریں گے اس وقت تک یہاں اسلامی انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکے گا۔

● **اگر جمہوریت کو چلنے نہ دیا جائے تو؟:** اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہاں جمہوریت کو کبھی چلنے نہیں دیا گیا اور جمہوری طریقوں سے صالح تغیر کا راستہ قریب قریب بند کر دیا گیا ہے، اور اگر یہاں کبھی انتخابات ہوئے بھی ہیں تو وہ انتہائی بے ایمانیوں اور بددیانتیوں کے ذریعے سے جیتے جاتے رہے، اور ایسے حالات بھی پیدا کر دیے گئے ہیں کہ اگر مفروضے کے طور پر ہم انتخابات میں کبھی ۱۰۰ فی صد ووٹ حاصل کرلیں بھی تو صندوقچیوں سے سو فی صد ووٹ ہمارے خلاف ہی برآمد ہوں گے، تو ایسی صورت میں جمہوری ذرائع سے اصلاحِ احوال کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ یہ صورتِ حال فی الواقع یہاں موجود ہے، لیکن ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے۔

● **ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش:** ہمیں اس صورتِ حال کو بدلنے کے لیے پوری پوری جدوجہد کرنی ہے۔ ہمیں اس غرض کے لیے سرتوڑ کوشش کرنی ہے کہ ہماری اَن تھک محنتوں کے نتیجے میں انسانوں کا سیلاب اس طرح انتخابات کے مراکز پر اُمڈ آئے کہ اگر کوئی شخص بے ایمانیاں کرنا بھی چاہے تو نہ کرسکے۔ انقلابی تحریکوں کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب لوگوں کے اندر ان کے پھیلائے ہوئے خیالات اس قدر مضبوطی سے جم جاتے ہیں اور ان کے اندر ایک ایسا عزمِ راسخ پیدا ہوجاتا ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی طاقت ان کے مطلوبہ نظام کو آنے سے نہیں روک سکتی۔ وہ ہر راستے سے آتا ہے اور ایسے راستوں سے آتا ہے جن کو بند کرنے کا خیال بھی کسی کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اس لیے آپ اس بات کی فکر نہ کریں کہ آپ جس نظام کے لیے جدوجہد کررہے ہیں وہ یہاں کیسے آئے گا؟ آپ کا اصل کام یہ ہے کہ اپنا فرض نہایت خلوص اور جانفشانی کے ساتھ ادا کرتے چلے جائیں اور آپ کی واحد فکر آپ کا وہ کام ہو جسے آپ کو سرانجام دینا ہے۔